۱ھ ہجرت

(اس وقت جبکہ دعوتِ حق کے جواب میں ہر طرف سے تلوار کی جھنکاریں سنائی دے رہی تھیں' حافظ عالم نے مسلمانوں کو دارالامان مدینہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن خود وجود اقدس ﷺ جوان ستم گاروں کا حقیقی ہدف تھا' اپنے لئے حکم خدا کا منتظر تھا۔ مکہ کے باہر اطراف میں جو صاحب اثر مسلمان ہو چکے تھے وہ جان نثارانہ اپنی حفاظت کی خدمت پیش کرتے تھے۔ قبیلہ دُوس ایک محفوظ قلعہ کا مالک تھا' اس کے رئیس طفیل بن عمروؓ نے اپنا قلعہ پیش کیا کہ آپ یہاں ہجرت کر آئیں لیکن آپ نے انکار فرمایا۔ [۱] اسی طرح بنی ہمدان کے ایک شخص نے بھی یہی خواہش کی تھی۔ بعد میں اس نے کہا کہ وہ اپنے اہل قبیلہ کو مطلع کر کے آئندہ سال آئے گا۔ [۲] لیکن کارساز قضا و قدر نے یہ شرف صرف انصار کے لئے مخصوص کیا تھا۔ چنانچہ قبل ہجرت آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ دارالہجرۃ ایک پُر باغ و بہار مقام ہے۔ خیال تھا کہ وہ یمامہ یا ہجر کا شہر ہوگا لیکن وہ شہر مدینہ نکلا [۳])

نبوت کا تیرھواں سال شروع ہوا اور اکثر صحابہؓ مدینہ پہنچ چکے تو وحی الٰہی کے مطابق آنحضرت ﷺ نے بھی مدینہ کا عزم فرمایا۔ یہ داستان نہایت پُر اثر ہے اور اسی وجہ سے امام بخاری نے باوجود اختصار پسندی کے اس کو خوب پھیلا کر لکھا ہے' اور حضرت عائشہؓ کی زبانی لکھا ہے' حضرت عائشہؓ گو اس وقت سات آٹھ برس کی تھیں' لیکن ان کا بیان درحقیقت خود رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کا بیان ہے کہ انہی سے سن کر کہا ہوگا اور ابتدائے واقعہ میں وہ خود بھی موجود تھیں۔

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ میں جا کر طاقت پکڑتے جاتے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے اس بنا پر انہوں نے دارالندوہ میں جو دارالشوریٰ تھا' اجلاس عام کیا' ہر قبیلہ کے رؤساء یعنی عتبہ' ابوسفیان' جبیر بن مطعم' نضر بن حارث بن کلدۃ' ابوالبختری ابن ہشام' زمعہ بن اسود بن مطلب' حکیم بن حزام' ابوجہل' نبیہ و منبہ' امیہ بن خلف وغیرہ وغیرہ' یہ سب شریک تھے' لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں' ایک نے کہا محمد کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے'' دوسرے نے کہا ''جلاوطن کر دینا کافی ہے''۔ ابوجہل نے کہا ''ہر قبیلہ سے ایک شخص کا انتخاب ہو' اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے' اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائے گا' اور آل ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کر سکیں گے''۔ اس اخیر رائے پر اتفاق ہوگیا' اور جھٹ پٹے سے آ کر رسول اللہ ﷺ کے آستانہ مبارک کا محاصرہ کر لیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اس لئے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت ﷺ نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے قریش کو اس درجہ عداوت تھی' تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا

[۱] صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۵۸' باب الدلیل علی ان قاتل نفسہ لا یکفر۔

[۲] مستدرک جلد ۲ صفحہ ۶۱۳ و زرقانی علی المواہب جلد ۱ صفحہ ۳۵۹۔

[۳] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ ''س''

اسبابِ امانت رکھنا ہوتا تھا آپ ہی کے پاس لا کر رکھتا تھا۔ اس وقت بھی آپ کے پاس بہت سی امانتیں جمع تھیں' آپ کو قریش کے ارادہ کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی' اس بنا پر حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ "مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے۔ میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤں گا۔ تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو' صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا"۔ یہ سخت خطرے کا موقع تھا' حضرت علیؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپ کے قتل کا ارادہ کر چکے ہیں' اور آج رسول اللہ ﷺ کا بسترِ خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتحِ خیبر کے لئے قتل گاہ فرشِ گل تھا۔

ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر گئے' دستور کے موافق دروازہ پر دستک دی' اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے' حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا "کچھ مشورہ کرنا ہے' سب کو ہٹا دو"۔ بولے کہ "یہاں آپ کی حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے"۔ (اس وقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی) آپ نے فرمایا "مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے"۔ [۱] حضرت ابوبکرؓ نے نہایت بیتابی سے کہا "میرا باپ آپؐ پر فدا ہو' کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہو گا؟" ارشاد ہوا "ہاں" حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے چار مہینہ سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں' عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں' محسنِ عالم کو کسی کا احسان گوارا نہیں ہو سکتا تھا' ارشاد ہوا "اچھا' مگر بہ قیمت" حضرت ابوبکرؓ نے مجبوراً قبول کیا۔ حضرت عائشہؓ اس وقت کمسن تھیں' ان کی بڑی بہن اسماءؓ نے جو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی ماں تھیں' سفر کا سامان کیا' دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا' نطاق جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں' پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا۔ یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو ذات النطاقین کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ [۲]

کفار نے جب آپ کے گھر کا محاصرہ کیا اور رات زیادہ گزر گئی تو قدرت نے ان کو بے خبر کر دیا' آنحضرت ﷺ ان کو سوتا چھوڑ کر باہر آئے' کعبہ کو دیکھا اور فرمایا "مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہے' لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے" حضرت ابوبکرؓ سے پہلے سے قرارداد ہو چکی تھی' دونوں صاحب پہلے جبل ثور کے غار میں جا کر پوشیدہ ہوئے' یہ غار آج بھی موجود ہے اور بوسہ گاہِ خلائق ہے۔ [۳]

حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے عبداللہؓ جو نوخیز جوان تھے' شب کو غار میں ساتھ سوتے' صبح منہ اندھیرے شہر چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں۔ جو کچھ خبر ملتی شام کو آ کر آنحضرت ﷺ سے عرض کرتے' حضرت ابوبکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا' اور آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ ان کا دودھ پی لیتے' تین دن تک صرف یہی غذا تھی' لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ روزانہ شام کو اسماءؓ گھر سے کھانا پکا کر غار میں پہنچا آتی تھیں' اسی طرح تین راتیں غار میں گزریں۔ [۴]

---

۱ صحیح بخاری باب الہجرت "س"

۲ صحیح بخاری باب الہجرت "س"

۳ یہ غار مکہ سے تین میل داہنی جانب ہے' پہاڑ کی چوٹی قریباً ایک میل بلند ہے' سمندر یہاں سے دکھائی دیتا ہے' دیکھو زرقانی جلد نمبر ا صفحہ ۲۸ "س"

۴ یہ پوری تفصیل صحیح بخاری باب الہجرۃ میں ہے' باب مناقب المہاجرین میں بعض مزید حالات ہیں وہ بھی ہم نے شامل کر لئے ہیں۔

صبح کو قریش کی آنکھیں کھلیں تو پلنگ پر آنحضرت ﷺ کے بجائے حضرت علیؓ تھے‘ ظالموں نے آپ کو پکڑا اور حرم میں لے جا کر تھوڑی دیر محبوس رکھا اور چھوڑ دیا۔[۱] پھر آنحضرت ﷺ کی تلاش میں نکلے‘ ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانہ تک آ گئے‘ آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرت ﷺ سے عرض کی کہ ”اب دشمن اس قدر قریب آ گئے ہیں کہ اگر اپنے قدم پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے“ آپ ﷺ نے فرمایا۔

﴿ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ﴾(توبہ)

گھبراؤ نہیں‘ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

مشہور ہے کہ جب کفار غار کے قریب آ گئے تو خدا نے حکم دیا۔ دفعۃً ببول کا درخت اگا اور اس کی ٹہنیوں نے پھیل کر آنحضرت ﷺ کو چھپا لیا‘ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور گھونسلہ بنا کر انڈے دیئے‘ حرم کے کبوتر انہی کبوتروں کی نسل سے ہیں۔ اس روایت کو مواہب لدنیہ میں تفصیل سے نقل کیا ہے اور زرقانی نے بزار وغیرہ سے اس کے ماخذ بتائے ہیں‘ لیکن یہ تمام روایتیں غلط ہیں اس روایت کا اصل راوی عون بن عمرو ہے‘ اس کی نسبت امامِ فن رجال یحییٰ بن معین کا قول ہے ”لاشیء“ یعنی ہیچ ہے‘ امام بخاری نے کہا ہے کہ ”وہ منکر الحدیث اور مجہول ہے“۔ اس روایت کا ایک اور راوی ابومصعب مکی ہے‘ وہ مجہول الحال ہے‘ چنانچہ علامہ ذہبیؒ نے میزان الاعتدال میں عون بن عمرو کے حال میں یہ تمام اقوال نقل کئے ہیں‘ اور خود اس روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔[۲]

بہر حال چوتھے دن آپ غار سے نکلے‘ عبداللہ بن اریقط ایک کافر جس پر اعتماد تھا‘ رہنمائی کے لئے اُجرت پر مقرر کر لیا گیا۔ وہ آگے آگے راستہ بتاتا جاتا تھا‘ ایک رات دن برابر چلے گئے۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہو گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ رسول اللہ ﷺ سایہ میں آرام فرمالیں‘ چاروں طرف نظر ڈالی‘ ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا‘ سواری سے اتر کر زمین جھاڑی‘ پھر اپنی چادر بچھا دی‘ آنحضرت ﷺ نے آرام فرمایا‘ تو تلاش میں نکلے کہ کہیں کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں‘ پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرا رہا تھا‘ اس سے کہا ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کر دے‘ پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دوہا‘ برتن کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے‘ دودھ لے کر آنحضرت ﷺ کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملا کر پیش کیا‘ آپ نے پی کر فرمایا کہ ”کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا؟“ آفتاب اب ڈھل چکا تھا‘ اس لئے آپ وہاں سے روانہ ہوئے۔[۳]

قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمد یا ابوبکرؓ کو گرفتار کر کے لائے گا اس کو ایک خون بہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائے گا‘ سراقہ بن جعشم[۴] نے سنا تو انعام کے لالچ میں نکلا‘ عین اس حالت میں کہ آپ روانہ ہو رہے

---

[۱] تاریخ طبری جلد ۳‘ صفحہ ۱۲۳۴۔ ”س“

[۲] سیرت النبی جلد ۳ صفحہ ۳۰۷ میں ضمن ”مشہور عام دلائل و معجزات کی روایتی حیثیت“ ان روایات پر مفصل تنقید کی گئی ہے۔ ”س“

[۳] یہ پوری تفصیل حرف بہ حرف صحیح بخاری باب مناقب المہاجرین میں ہے‘ ہم نے تمام جزئیات اس لئے نقل کیں کہ اس سے حضرت ابوبکرؓ کی صفائی پسندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

[۴] سراقہ بعد میں اسلام لائے اور جب ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے زیورات لوٹ میں آئے‘ تو حضرت عمرؓ نے انہی کو وہ زیورات پہنا کر عالم کی نیرنگی کا تماشا دیکھا۔

تھے اس نے آپ ﷺ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آ گیا' لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی' وہ گر پڑا' ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہئے یا نہیں؟ جواب میں "نہیں" نکلا لیکن سو اونٹوں کا گراں بہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جاتی' دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا' اور آگے بڑھا۔ اب کی بار گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے' گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر فال دیکھی' اب بھی وہی جواب تھا' لیکن مکرر تجربہ نے اس کی ہمت پست کر دی' اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے پاس آ کر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجئے۔ حضرت ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمانِ امن لکھ دیا۔[۱]

حسن اتفاق یہ کہ حضرت زبیرؓ شام سے تجارت کا سامان لے کر آ رہے تھے' انہوں نے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں چند بیش قیمت کپڑے پیش کئے جو اس بے سروسامانی میں غنیمت تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں اس مقدس سفر کی تمام منزلیں گنائی ہیں۔ اگرچہ عرب کے نقشوں میں آج ان کا نشان نہیں ملتا' تاہم عقیدت مند صرف نام سے لذت یاب ہو سکتے ہیں' خرار' ثنیۃ المرۃ' لقف' مدلجہ' مرجح' حدائد' اذاخر' رابغ (یہ مقام آج بھی حجاج کے رستہ میں آتا ہے' یہاں آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی) ذاسلم' عثانیہ' قاحہ' عرج' جدوات' رکوبہ' عقیق' جثجاثہ۔

تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی' تمام شہر ہمہ تن چشم انتظار تھا' معصوم بچے فخر اور جوش میں کہتے تھے کہ "پیغمبر آ رہے ہیں"۔ لوگ ہر روز تڑکے سے نکل نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے' اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے جاتے' ایک دن انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرائن سے پہچان کر پکارا کہ "اہل عرب لو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آ گیا"۔ تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا' انصار ہتھیار سجا سجا کر بیتابانہ گھروں سے نکل آئے۔

مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلہ پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ اور قباء کہتے ہیں۔ یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے' ان میں سب سے زیادہ ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا اور کلثوم بن الہدم خاندان کے افسر تھے۔ آنحضرت ﷺ یہاں پہنچے تو تمام خاندان نے جوش مسرت میں اللہ اکبر کا نعرہ مارا' یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ میزبانِ دوعالم ﷺ نے انہی کی مہمانی قبول کی' انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوشِ عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے۔[۲]

اکثر اکابر صحابہؓ جو آنحضرت ﷺ سے پہلے مدینہ میں آ چکے تھے' وہ بھی انہی کے گھر میں اُترے تھے' چنانچہ حضرت ابوعبیدہؓ' مقدادؓ' خبابؓ' سہیلؓ' صفوانؓ' عیاضؓ' عبداللہ بن مخرمہؓ' وہبؓ بن سعد' معمرؓ بن ابی سرح' عمرؓ بن عوف اب تک انہی کے مہمان[۳] تھے۔ جناب امیرؓ آنحضرت ﷺ کے روانہ ہونے کے تین دن بعد مکہ سے چلے تھے' وہ بھی

---

[۱] صحیح بخاری باب ہجرۃ النبی ﷺ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پریشانی میں بھی دوات قلم ساتھ رہتا تھا۔

[۲] صحیح بخاری صفحہ ۵۶ طبقات ابن سعد سیرت نبوی صفحہ ۱۵۸

[۳] ابن سعد' تذکرۂ کلثوم بن ہدم

آ گئے اور یہیں ٹھہرے۔ تمام مؤرخین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے یہاں صرف چار دن قیام فرمایا' لیکن صحیح بخاری میں چودہ دن ہے اور یہی قرین قیاس ہے۔

یہاں آپ ﷺ کا پہلا کام مسجد کا تعمیر کرانا تھا' حضرت کلثومؓ کی ایک افتادہ زمین تھی' جہاں کھجوریں سکھائی جاتی تھیں' یہیں دست مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی' یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ہے۔

﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ یَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِیْهِ ؕ فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ﴾ (توبہ۔۱۳)

وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے رہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت پسند ہے' اور خدا صاف رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ ﷺ خود بھی کام کرتے تھے' بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا' عقیدت مند آتے اور عرض کرتے ''ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں' آپ چھوڑ دیں ہم اٹھا لیں گے'' آپ ان کی درخواست قبول فرماتے لیکن پھر اسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے۔[1]

عبداللہؓ بن رواحہ شاعر تھے' وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرنے کے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں' وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے:

اَفْلَحَ مَنْ یُّعَالِجُ الْمَسَاجِدَا	وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے
وَ یَقْرَءُ الْقُرْاٰنَ قَائِمًا وَّ قَاعِدًا	اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔
وَ لَایَبِیْتُ اللَّیْلَ عَنْهُ رَاقِدًا	اور رات کو جاگتا رہتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔[2]

قباء میں آپ کا داخلہ اسلام کے دور خاص کی ابتدا ہے' اس لئے مورخین نے اس تاریخ کو زیادہ اہتمام کے ساتھ محفوظ رکھا ہے' اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے کہ یہ آٹھ ربیع الاول ۱۳ نبوی (مطابق ۲۰ ستمبر ۶۲۲ء تھی) (محمد بن) موسیٰ خوارزمی نے لکھا ہے کہ جمعرات کا دن اور فارسی ماہ تیر کی چوتھی تاریخ' اور رومی ماہ ایلول ۹۲۳ اسکندری کی دسویں تاریخ تھی۔[3] مؤرخ یعقوبی نے ہیئت دانوں سے یہ زائچہ نقل کیا ہے۔

آفتاب	برج سرطان میں	۲۳ درجہ ۶ دقیقہ پر
زحل	برج اسد میں	۲ درجہ

---

[1] وفاء الوفا' بحوالہ طبرانی کبیر جلد نمبر ۱ صفحہ نمبر ۱۸۰

[2] وفاء الوفاء بحوالہ ابن شبہ ج ۱ ص ۱۸۱ مصر

[3] عینی شرح بخاری جلد دوم صفحہ ۳۵۴۔ عینی مطبوعہ قسطنطنیہ میں مطبع کی غلطی سے ۳۳ء سبعمایہ لکھا گیا ہے' اس کو تسعمایہ پڑھنا چاہئے' رومی ماہ ایلول کی دسویں کے بجائے جدید طریقہ حساب سے بیسویں ثابت ہوتی ہے' خوارزمی نے جمعہ کا دن بتایا ہے' لیکن جدید حساب سے دوشنبہ کا دن آتا ہے۔

مشتری	برج حوت میں	۶ درجہ
زہرہ	برج اسد میں	۱۳ درجہ
عطارد	برج اسد میں	۱۵ درجہ

چودہ دن کے بعد (جمعہ کو)[1] آپ شہر کی طرف تشریف فرما ہوئے۔ (راہ میں بنی سالم کے محلّہ میں نماز کا وقت آ گیا' جمعہ کی نماز یہیں ادا فرمائی' نماز سے پہلے خطبہ دیا' یہ آنحضرت ﷺ کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ اور سب سے پہلا خطبہ نماز تھا۔ لوگوں کو جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف لوگ جوشِ مسرت سے پیش قدمی کے لئے دوڑے) آپ کے ننہالی رشتہ دار بنونجار ہتھیار سج سج کر آئے[2] قباء سے مدینہ تک دو رویہ جان نثاروں کی صفیں تھیں' راہ میں انصار کے خاندان آتے تھے' ہر قبیلہ سامنے آ کر عرض کرتا "حضور! یہ گھر ہے' یہ مال ہے' یہ جان ہے" آپ منت کا اظہار فرماتے اور دعائے خیر دیتے' شہر قریب آ گیا تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں اور گانے لگیں۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا[3]	چاند نکل آیا ہے۔
مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاع	کوہ وداع کی گھاٹیوں سے۔
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا	ہم سب پر خدا کا شکر واجب ہے۔
مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع	جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔

معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ	ہم خاندانِ نجار کی لڑکیاں ہیں۔
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِنْ جَارِ	محمد کیا اچھا ہمسایہ ہے۔

آپ ﷺ نے ان لڑکیوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا' "کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟" بولیں "ہاں" فرمایا کہ "میں بھی تم کو چاہتا ہوں"۔

جہاں اب مسجد نبوی ہے' اس سے متصل حضرت ابوایوب انصاریؓ کا گھر تھا' کوکبۂ نبوی یہاں پہنچا سخت کشمکش تھی کہ آپ ﷺ کی میزبانی کا شرف کس کو حاصل ہو؟ قرعہ ڈالا گیا اور آخر یہ دولت حضرت ابوایوبؓ [4] کے حصہ میں آئی۔

---

[1] خوارزمی کے حساب کے مطابق روزِ ورود (جمعرات) نہ لیا جائے تو ۱۴ دن کے بعد جمعہ ہوگا۔

[2] یہ واقعہ بخاری کے متعدد ابواب مسجد' ہجرت وغیرہ میں مذکور ہے۔

[3] وفاء الوفاء جلد اول صفحہ ۱۸۷' پہلے اشعار کے متعلق زرقانی میں نہایت محققانہ' محدثانہ بحث کی ہے اور ابن قیمؒ کے اس اعتراض کا جواب دیا ہے کہ ثنیۃ الوداع شام کی طرف ہے نہ کہ مکہ کی طرف' مواہب میں لکھا ہے کہ یہ اشعار حلوانی نے شیخین کی شرط پر روایت کئے ہیں' بخاری میں بھی یہ اشعار منقول ہیں' مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر' لیکن ان دونوں روایتوں میں کچھ تناقض نہیں' ممکن ہے دونوں موقعوں پر یہ اشعار پڑھے گئے ہوں۔

[4] ابوایوبؓ کا نام خالد ہے' اصابہ فی احوال الصحابہ میں اسی نام سے ان کا ذکر کیا ہے اور وہیں یہ واقعہ لکھا ہے' اکثر سیر اور تواریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ چونکہ ہر شخص اپنے گھر میں اتارنے کی درخواست کرتا تھا' آپ نے فرمایا (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

حضرت ابوایوبؓ کا مکان دو منزلہ تھا' انہوں نے بالائی منزل پیش کی' لیکن آپ ﷺ نے زائرین کی آسانی کے لئے نیچے کا حصہ پسند فرمایا۔ ابوایوبؓ دو وقت آپ کی خدمت میں کھانا بھیجتے اور آپ ﷺ جو چھوڑ دیتے' ابوایوبؓ اور ان کی زوجہ کے حصہ میں آتا' کھانے میں جہاں آنحضرت ﷺ کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا' ابوایوبؓ تبرکاً وہیں انگلیاں ڈالتے۔

ایک دن اتفاق سے بالائی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا' اندیشہ ہوا کہ پانی بہہ کر نیچے جائے اور آنحضرت ﷺ کو تکلیف ہو' گھر میں اوڑھنے کا صرف ایک لحاف تھا' حضرت ابوایوبؓ نے اس کو ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے۔[1]

آنحضرت ﷺ نے سات مہینہ تک یہیں قیام فرمایا۔ اس اثناء میں جب مسجد نبوی اور آس پاس کے حجرے تیار ہو گئے تو آپ نے نقل مکان فرمایا' تفصیل آگے آتی ہے۔

مدینہ میں آ کر آپ نے حضرت زیدؓ (اور اپنے غلام ابورافع) کو دو اونٹ اور پانچ سو درہم دے کر بھیجا کہ مکہ جا کر صاحبزادیوں اور حرم نبوی کو لے آئیں' حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہؓ کو لکھا کہ وہ بھی اپنی ماں اور بہنوں کو لے کر چلے آئیں۔ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے رقیہؓ حضرت عثمانؓ کے ساتھ حبش میں تھیں۔ حضرت زینبؓ کو ان کے شوہر نے آنے نہ دیا۔ زیدؓ صرف حضرت فاطمہ زہراؓ (اور حضرت ام کلثومؓ) اور حضرت سودہؓ (زوجہ محترمہ نبوی) کو لے کر آئے' حضرت عائشہؓ اپنے بھائی عبداللہؓ کے ساتھ آئیں۔[2]

مسجد نبویؐ اور ازواج مطہراتؓ کے حجروں کی تعمیر:

مدینہ میں قیام کے بعد سب سے پہلا کام ایک خانۂ خدا کی تعمیر تھی' اب تک یہ معمول تھا کہ مویشی خانہ میں آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے تھے'[3] دولت کدہ کے قریب خاندان نجار کی زمین تھی جس میں کچھ قبریں تھیں' کچھ کھجور کے درخت تھے' آپ ﷺ نے ان لوگوں کو بلا کر فرمایا ''میں یہ زمین بہ قیمت لینا چاہتا ہوں'' وہ بولے کہ ''ہم قیمت لیں گے لیکن آپ ﷺ سے نہیں بلکہ خدا سے'' چونکہ اصل میں وہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی آپ ﷺ نے خود ان یتیموں کو بلا بھیجا۔ ان یتیم بچوں نے بھی اپنی کائنات نذر کرنی چاہی لیکن آپ ﷺ نے گوارا نہ کیا۔ حضرت ابوایوبؓ نے قیمت ادا کی' قبریں

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ)

کہ ''میرے ناقہ کو چھوڑ دو' وہ خدا کی طرف سے مامور ہے'' چنانچہ ناقہ حضرت ابوایوبؓ کے گھر کے سامنے جا کر بیٹھ گیا' اس لئے آپؐ نے انہی کے گھر پر قیام فرمایا۔ لیکن صحیح مسلم باب الہجرت میں ہے کہ جب لوگوں میں آپ ﷺ کی میزبانی کے متعلق جھگڑا ہوا تو آپؐ نے کہا کہ ''میں بنو نجار کے ہاں اتروں گا' جو عبدالمطلب کے ماموں ہیں''۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عمداً ایسا کیا تھا' حضرت ابوایوبؓ اسی خاندان سے تھے' امام بخاری نے تاریخ صغیر میں تصریح کی ہے کہ ابوایوبؓ کے گھر اترنا اسی قرابت کی وجہ سے تھا۔

[1] اصابہ ذکر ابوایوب' اور زرقانی بحوالہ قاضی ابویوسف و حاکم و وفاء الوفاء

[2] ابن سعد۔ جزء نساء صفحہ ۴۳

[3] ابوداؤد باب بناء المسجد